محبوب العارفین شیخِ طریقت سالارالحفاظ و القرأ ممتاز الاولیأ

حضرت قبلہ الحاج الحافظ قاری ممتاز احمد رحمانی

چشتی نظامی صابری قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ

ملیر شریف کو کراچی کی مضافاتی بستیوں میں ہر لحاظ سے امتیاز حاصل ہے۔ آب وہوا کے لحاظ سے بھی اور بزرگانِ کرام کا مسکن ہونے کے اعتبار سے بھی۔ چنانچہ مشہور صوفی بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مٹھن شریف والے جب حج کعبہ کی سعادت کیلئے تشریف لے جاتے تو کراچی کے پررونق اور باغ وبہار علاقے ''ملیر'' میں ہی قیام فرماتے تھے۔آپ نے اپنی اکثر کافیوں میں ملیر کو ''محبوب کا شہر'' اور ''کوچۂ جاناں'' سے تعبیر کیا ہے۔اسی ملیر شریف کے علاقے ممتاز نگر بی ایریا میں ایک مردِ قلندر ساری زندگی شب وروز ہمہ تن خدمت خلق اور پیغام حق یعنی قرآن مجید کو کماحقہٗ عام کرنے میں مصروف رہا۔ملیر کی اس روحانی فیض رساں ہستی کا نامِ نامی اسمِ گرامی محبوب العارفین شیخِ طریقت حضرت الحاج الحافظ قاری ممتاز احمد رحمانی چشتی نظامی صابری قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کی ذاتِ مبارکہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ''قاری صاحب'' کے نام سے

اہلِ ملیر کے بزرگ وجواں خوب آشنا ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ رمضان ۱۳۴۷ھ بمطابق ۲۵ فروری ۱۹۲۹ء بروز پیر کو ہوئی۔ آپ کے والد کا نام ''محمد احمد'' جو حادثاتی طور پر بولنے اور سننے سے معذور تھے اور والدہ کا نام ''رفیق النسأ'' تھا۔ آپ نسبًا ددھیال کی طرف سے قریشی تھے اور ننھیال کی طرف سے آپ کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ یعنی آپ قریشی صدیقی تھے آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ چونکہ ہم محلہ دریبہ پہاڑ گنج دہلی میں رہتے تھے۔ جہاں پانی کی بہت قلت تھی اور کئی دن سے کنویں کی کھدائی جاری تھی لیکن پانی نہیں نکل رہا تھا جس دن ''ممتاز'' کی ولادت ہوئی تو عین اس وقت کنویں سے پانی نکل آیا جس پر سب لوگوں نے آپ کو نیک بخت قرار دیا۔

آپ کے دادا جان محترم الحاج سراج الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے محلے کی مسجد کے متولی بھی تھے اور زہد و تقویٰ اور ملنساری میں محبوبِ خاص و عام بھی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ آپ عام لڑکوں کی صحبت میں نہ رہیں۔ چنانچہ وہ آپ کی انگلی پکڑ کر مسجد لے جاتے یا مختلف مزارات پر لے جاتے۔ کچھ بڑے ہوئے تو دادا جان نے آپ کو ایک چھوٹی نسل کا گھوڑا دلوا دیا اور گھر ہی میں مختلف پرندے جمع کر دیئے جس کی بنا پر بچپن ہی سے آپ کو جانوروں اور پرندوں سے قدرتی لگاؤ پیدا ہو گیا۔

ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم آپ نے گھر پر ہی اپنی پھوپھی مہر النسأ رحمۃ اللہ علیہا سے حاصل کی۔ ایک دن آپ کے چچا مولانا گل احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دوست حکیم افتخار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے گھر تشریف لائے۔ آپ پر نظر پڑتے ہی انہوں نے فرمایا کہ اس بچّے کو ہم حفظ کرائیں گے۔ چنانچہ آپ کو ان کی شاگردی میں

دیدیا گیا اور تقریباً ۹ برس کی عمر میں آپ نے کلامِ مجید حفظ کرلیا۔ ۱۰ سال کی عمر میں پہلی محراب سنائی اور الحمد للہ یہ سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا۔ فنِ تجوید وقرأت کی تعلیم مدرسہ فتح پوری میں قاری حامد حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور عربی و فارسی کی کتب حضرت علامہ قاضی زین العابدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ حصولِ تعلیم کے ساتھ ساتھ دہلی کے عام رواج کے مطابق آپ نے فنِ بنوٹ میں بھی مہارت حاصل کی۔ اس کے علاوہ جامعہ ملیہ کالج دہلی سے اسکاؤٹنگ کی تربیت حاصل کی۔

ستمبر ۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان کے بعد اپنی والدہ ماجدہ ودیگر اہلِ خاندان کے ہمراہ ہجرت کرکے لاہور تشریف لائے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۱۸ برس تھی۔ لاہور میں مختصر قیام کے بعد کراچی تشریف لائے اور زرگری کا کاروبار شروع کیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی اور آپ نے اپنا علیحدہ کارخانہ قائم کرلیا۔

آپ کی شادی ۱۷ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۶ رمئی ۱۹۴۹ء کو ایک نیک اور پاکباز خاتون محترمہ حیات النفیس صاحبہ سے ہوئی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کے برادر گرامی الطاف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ایک درویش کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ ہندوستان میں بھی ان کے خدمت گزار تھے اور ان کا تمام خاندان ان درویش کا معتقد تھا۔ انہی کے ہمراہ حضرت محبوب العارفین الحاج الحافظ قاری ممتاز احمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک مرتبہ اس درویش کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان بزرگ کے چہرے پر نظر پڑتے ہی آپ کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور آپ نے فوراً پہچان لیا کہ یہ تو وہی نورانی چہرہ والے بزرگ ہیں جن کی زیارت عالمِ خواب میں دہلی میں ہوئی تھی اور وہ عظیم ہستی قلندرِ زماں معینِ پاکستان حضرت الحاج

سائیں باباولایت علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ باباصاحب علیہ الرحمہ نے آپ کوغور سے دیکھااور دریافت کیایہ کون ہیں؟ محترم الطاف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حافظ ممتاز احمد۔ فرمایا، اچھاحافظ ہیں۔ پھر فرمایا سورہ مریم کی تلاوت کروآپ نے بڑی خوش الحانی سے سورہ مریم کی تلاوت شروع کی باباصاحب علیہ الرحمہ مراقب ہوگئے۔ آپ نے سورہ مریم کی تلاوت ختم کی تو باباصاحب علیہ الرحمہ نے سر اٹھایا آپ کو اپنے قریب بلایا پھر دریافت کیا کہ تمہارا نام کیاہے؟ آپ نے جواب دیا ''ممتاز احمد'' باباصاحب علیہ الرحمہ کے پاس کچھ پھل رکھے ہوئے تھے وہ آپ کو عطافرمائے اور ارشادفرمایا کہ وقت ملے توکبھی کبھار آجایاکرو۔ فقیروں کے پاس آنے سے فائدہ ہی ہوتاہے نقصان نہیں ہوتا۔

یہ تھی قلندرِ زماں حضرت باباصاحب علیہ الرحمہ سے آپ کی پہلی ملاقات اس کے بعد یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ آپ اپنا کاروبار اور گھر بار چھوڑ کر حضرت باباصاحب کے ہی ہوکر رہ گئے اور حضرت باباصاحب علیہ الرحمہ نے بھی آپکو بے پناہ شفقتوں سے نوازااور اپنا ''بالکا'' بنالیا۔ ایک موقع پر باباصاحب علیہ الرحمہ نے آپ سے فرمایا کہ ''تیری روح کا ہمیں ساٹھ سال سے انتظار تھا'' ایک اور موقع پر فرمایا اب ہمارا دنیا سے پردہ کرنے کا وقت قریب آگیاہے ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمیں وقت دواور ہمارے ساتھ رہو۔ تاکہ جو روحانیت میں آپ کا حصّہ ہے وہ اللہ تعالیٰ آپ کو عطاکردے۔'' اکثر باباصاحب علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے ''میں ساٹھ سال کا تجربہ تم کو دے رہا ہوں۔'' آپ نے حضور باباصاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر بے پناہ ریاضات ومجاہدات کئے اور اس طرح اپنی ہستی کو مٹایا کہ موجودہ وقت میں جس کی مثال نہیں ملتی۔ مختصر عرصہ میں بڑی بڑی روحانی منازل کو طے کیا جن کو لوگ صدیوں میں بھی طے نہیں کرپاتے۔ لنگر کی تیاری وتقسیم،

خانقاہ کی صفائی، پرندوں و جانوروں کی دیکھ بھال، درختوں کی سیرابی،مؤذنی وامامت، آنے والوں کی خدمت سب سے بڑھ کر باباصاحب علیہ الرحمہ کی خدمت آپ ہی کے سپرد تھی۔آپ نے اپنے ہمراہ اپنے چھوٹے بھائیوں حضرت قبلہ مختاراحمدرحمانی مدظلۂ (بڑے چچاجان)اور حضرت قبلہ ابرار احمدرحمانی(چھوٹے چچاجان)کوبھی حضرت قبلہ باباصاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کیااور انہیں بھی باباصاحب علیہ الرحمہ نےاپنی خصوصی شفقتوں سےفیضیاب فرمایا۔

حضرت باباولایت علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اکثر سفر میں رہتے تھے اور ان کی غیر موجودگی میں آپ خانقاہ کا سارا انتظام تنہا سنبھالتے تھے۔ایک دن اسی طرح آپ تنہا تھے۔ سامنے سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ مبارک کا طغرہ لگاہواتھااس پرآپ کی نگاہ جم گئی۔دل میں خیال آیا کہ پہلے دادا کہا کرتے تھے کہ میں تم کو حج کراؤں گا۔اب وہ بھی نہیں۔کاروبار بھی نہیں۔اب توناممکن ساہی ہےحج یاعمرہ کی بظاہرکوئی سبیل نہیں۔یہ خیال آتے ہی آپ زاروقطاررونے لگے۔اسی حالت میں آپ نےایک نعت شریف کہی جس کے چنداشعار یہ ہیں۔؎

نبی جی دکھادو دیارِ مدینہ توموںا ہے، ہادی ہے، مشکل کشا ہے
غمِ ہجر میں جل رہا ہے یہ سینہ لگاپار عاصی کا اپنے سفینہ

محبت ہو سچّی یقیں بھی ہو کامل محبت میں ثابت قدم رہ تو ممتاز
تو جلوہ دکھائیں گے شاہِ مدینہ تو پہنچے گا اک دن دیارِ مدینہ

اس واقعے کے کچھ ہی عرصہ کے بعد ۱۹۵۲ءمیں جبکہ باباصاحب علیہ الرحمہ

کی عمر ۱۰۰ سال سے زائد تھی اور آپ علیل بھی تھے کہ اچانک آپ نے سفرِ حج کی تیاری کی اور اپنے ساتھ طالب صادق حضرت قبلہ قاری ممتاز احمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کو لیکر بحری جہاز کے ذریعے سفرِ حج پر روانہ ہوئے۔ جب جہاز چلنے لگا تو باباصاحب علیہ الرحمہ نے آپ سے فرمایا۔تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت ہماری حالت کیسی ہے؟ آپ نے جواب دیا جی حضور بہت خراب ہے۔ جوڑوں پر ورم ہے چہرہ بھی سوجھ رہاہے۔ اس پر باباصاحب علیہ الرحمہ فرمانے لگے کہ اس حالت میں جبکہ ہمارے لئے تھوڑا سا چلنا بھی دشوار ہے جانتے ہو اتنا لمبا سفر ہم نے کیوں شروع کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ ''نہیں'' فرمانے لگے بات اصل میں یہ ہے الحمد للہ مکہ ومدینہ ہروقت ہماری نظروں کے سامنے اس طرح ہیں جس طرح ہاتھ کی ہتھیلی۔ہم نے بیشمار حج کئے ہیں۔لیکن اس وقت جانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں حکم ہوا ہے کہ اس بچّے کو یہاں لاکر حاضری کراؤ۔ اس لئے ہم تمہیں لیکر جارہے ہیں اور تمہاری وجہ سے ہی ہم جارہے ہیں۔ اسی سفر میں یہ واقعہ خصوصًا قابلِ ذکر ہے کہ مسجد نبوی میں محفلِ میلاد کا انعقاد ہوا اور اس محفل میں بڑے بڑے جیّد مشائخ اور علمائے کرام تشریف فرماتھے یہاں آپ نے صلوٰۃ وسلام پیش کیا جس کا ایک شعر یہ تھا۔ ؎

قبول بندۂ درگاہ کا سلام بھی ہو
نگاہِ لطف و کرم جانب غلام بھی ہو

پوری محفل پر ایک کیف وسرور کی کیفیت طاری ہوگئی۔ یہ واقعہ شبِ جمعہ کا ہے اگلے روز نمازِ جمعہ سے قبل ترکوں کے تعمیر کردہ مشہدِ عثمانی میں مقیم ایک بزرگ حضرت شیخ مولانا محمد منظور حسین سندھی علیہ الرحمہ جو عرصۂ دراز سے خادم روضہ

تھے ایک جبہ مبارک لیکر باباصاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ ''حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے اس بچّے کیلئے یہ جبہ عطا ہوا ہے۔قبول کیجئے'' حضرت باباصاحب علیہ الرحمہ نے جبہ قبول فرما کر خود آپ کو پہنایا۔ اس موقع پر ان محترم بزرگ نے فرمایا۔''یہ نوجوان صالح، نیک سیرت ہیں۔مستقبل میں ان کے مدارج بہت رفیع ہوں گے'' اسکے علاوہ بھی آپ کو بہت کچھ عطا ہوا جو لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔یہ آپ کا پہلا سفرِ حج تھا۔

باباصاحب علیہ الرحمہ کے وصال تک آپ ان کے ساتھ رہے۔سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت ہر جگہ ہر وقت خدمت کیلئے مستعد رہتے ۔ باباصاحب علیہ الرحمہ کا کھانا خود پکاتے اور دیگر ذاتی کام بھی آپ خود ہی انجام دیتے۔

۲۸ر فروری ۱۹۵۷ء بمطابق ۲۷ر رجب المرجب ۱۳۷۶ھ کو باباصاحب علیہ الرحمہ نے وصال فرمایا۔ باباصاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ سے حضرت مولانا منظور حسین سندھی علیہ الرحمہ پاکستان تشریف لائے۔ ان کے متعلق بابا صاحب علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''منظور حسین تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منظورِ نظر ہو لیکن تمہاری تکمیل قلندر کرے گا۔'' انہوں نے باباصاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادگان سے فرمایا کہ میں خود نہیں آیا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ باباصاحب کی کچھ امانت میرے پاس تھی جوان کے ورثائ کے حوالے کرنا ہے۔ چنانچہ صاحبزادگان کو انہوں نے کچھ رقم دی۔ صاحبزادگان نے سوال کیا کہ حضرت باباصاحب علیہ الرحمہ صاحبِ ولایت تھے ان کا بڑا مقام تھا۔ انہوں نے اپنا جانشین بنایا یانہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ''ہاں'' لیکن یہ فیصلہ میں بعد میں سناؤں گا پہلے میں خیر پور میں اپنے پیرومرشد کے آستانے پر حاضری دوں گا۔ چنانچہ جب واپس تشریف لائے تو تمام

صاحبزادگان اور معتقدین کو جمع فرمایااور ارشادفرمایا کہ جواللہ والے ہوتے ہیں اللہ کی مخلوق جب ان کی خدمت کرتی ہے تو وہ اس کا صلہ ضرور دیتے ہیں۔وہ کسی کا احسان اپنے پر نہیں رکھتے۔ اگر کوئی تنکے کے ذریعے انکی خدمت کرتا ہے تو وہ بدلے میں شہتیر عطا فرماتے ہیں فقیر ہر ایک کو نوازتا ہے مگر اپنا ''سرّ'' کسی کو نہیں دیتا۔ ''سرّ'' صرف اس کو عطا کرتا ہے۔جس کو اپنا جانشین بناتا ہے۔ چنانچہ حضرت باباصاحب علیہ الرحمہ نے بحکم غوث پاک رضی اللہ عنہ اور بحکم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپناسِرّ روحانی اس بچے ''ممتاز'' کو عطا کیا ہے۔

اس واقعہ کے بعد کچھ لوگوں نے طرح طرح سے آپ کو تنگ کرنا شروع کردیا۔ جب مولانا منظور حسین سندھی علیہ الرحمہ واپس تشریف لے جانے لگے تو آپ نے عرض کی کہ حضور مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ نے کیا فرمایا ہے اس کے باوجود لوگ مجھے پریشان کررہے ہیں۔ اس پر مولانا صاحب مسکرائے اور فرمایا کہ اس راہ میں تو ہوتا ہی یہی ہے۔لوگ دل توڑتے ہیں۔ مذاق اڑاتے ہیں۔بہتان تراشیاں کرتے ہیں لیکن جو صبر وتحمل سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرماتا ہے اور پھر کوئی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔باباصاحب علیہ الرحمہ کے چہلم کے موقع پر تمام صوفیائے کرام اور مشائخِ عظام موجود تھے حضرت محبوبِ رحمانی صوفی شاہ محمد فاروق رحمانی علیہ الرحمہ اور حافظ شاہ غلام رسول قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے ان حضرات نے دعا کے بعد آپ سے یہ سلام پڑھوایا۔ ؎

شاہِ ولایت علی سلام علیک
اے خدا کے ولی سلام علیک

سلام پڑھنے کے دوران آپ کی حالت بگڑ گئی اور عجیب کیفیت ہوگئی آپ کی زبان سے ’’ اللہ‘‘ نکلتا اور سانس سے ’’ھُوْ‘‘۔ اس حالت میں زمین سے ایک ایک فٹ اوپر اچھلتے ۔کئی آدمی آپ کو پکڑے ہوئے تھے مگر آپ کسی کے قابو میں نہیں آرہے تھے چنانچہ حضرت محبوبِ رحمانی علیہ الرحمہ آپ کو باباصاحب علیہ الرحمہ کے مزارِ مبارک پر لے گئے اور درود شریف پڑھکر دم کرتے رہے اور شفقت فرماتے رہے۔ مسلسل گلے سے لگائے رکھا بہت دیر کے بعد آپ کی حالت سنبھلی۔ اس وقت حافظ غلام رسول قادری علیہ الرحمہ نے آپ سے فرمایا کہ’’ اس وقت جو نعمت آپ کو عطا ہوئی ہے وہ آپ کو مبارک ہو دوسرا کوئی ہوتا تو اس کا کلیجہ پھٹ جاتا۔‘‘

حضرت باباصاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت حافظ قاری غلام رسول قادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ اور محبوبِ رحمانی حضرت صوفی شاہ محمد فاروق رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنی شفقتوں سے نوازا۔ بیشمار عنایات فرمائیں اور حافظ غلام رسول علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ’’ آپ باباصاحب کے محبوب ہو تو ہمارے بھی محبوب ہو۔‘‘ اور محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقۂ خلافت پہنا کر اپنا محبوب خلیفہ بنالیا۔

آپ کی دستاربندی اور اجازت بیعت وخلافت تائید ربانی کے تحت ہوئی۔ حضور قبلۂ عالم محبوبِ رحمانی حضرت صوفی شاہ محمد فاروق رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ایک سال حج کیلئے حجازِ مقدس تشریف لے جاتے اور ایک سال پاکپتن شریف میں حضرت بابافریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت فرماتے اور راولپنڈی میں حضرت خواجہ عبدالطیف المعروف شاہ بری امام رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ عالیہ پر اور دیگر بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دیتے۔ اسی طرح کے ایک سفر میں آپ بھی حضرت خواجہ محبوبِ رحمانی علیہ الرحمہ کے ہمراہ شریک سفر تھے۔ اسی سفر کے دوران حضرت شاہ بری امام علیہ الرحمہ کے آستانۂ عالیہ پر حضرت

محبوبِ رحمانی علیہ الرحمہ نے آپ کو سلسلۂ چشتیہ صابریہ رحمانیہ میں بیعت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ہمیں حضرت غوث بہاؤالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبِ مزار حضرت شاہ بری امام رحمۃ اللہ علیہ نے حکم فرمایا ہے۔ کہ ہمارے ممتاز احمد کو سلسلے میں داخل کرلو۔

آپ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دو حج کیئے۔ اور ماہِ رمضان المبارک میں ہمیشہ اپنے شیخ کے آستانہ عالیہ پر نمازِ تراویح کی امامت فرمائی۔ ۲۰ رمضان المبارک کو ختمِ قرآن پاک فرماتے۔ اور اس کے بعد حرمین شریفین تشریف لے جاتے اور مدینہ منورہ میں حرم نبوی میں تراویح کے بعد نوافل میں تلاوت قرآن مجید فرماتے اور ختم کلامِ پاک کرتے اور عید الفطر کے بعد وطن واپس تشریف لاتے۔ اسی زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ آپ ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں مدینہ منورہ پہنچے اور شدید بیمار ہوگئے اور نوافل میں قرآن مجید کی تلاوت نہ کرسکے۔ جب رمضان شریف ختم ہونے میں دو دن باقی رہ گئے اور اس وقت آپ کو ۱۰۶ ڈگری بخار تھا اسی حالت میں آپ نے فرمایا کہ رمضان ختم ہونے میں دو دن باقی رہ گئے اور میں نوافل میں قرآن مجید نہ پڑھ سکا لہٰذا ہمت کرکے ہوٹل کے کمرے ہی میں نماز کی نیت باندھی اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی اور پہلی رکعت میں چودہ پارے تلاوت کردیئے اس طرح چوبیس پارے تلاوت فرمائے تو میجر التفات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی حضور میں نے تبرک کا انتظام نہیں کیا اس لئے ختم قرآن مجید کل فرمالیں چنانچہ آپ نے دوسرے دن ختمِ کلامِ پاک فرمایا۔ یہ واقعہ آپ کی کرامت اور استقامت پر دلالت کرتا ہے۔ اور جب تک آپ کا یہ معمول رہا سعودی گورنمنٹ کی طرف سے مسجدِ نبوی میں بعد تراویح نوافل میں جہری تلاوت قرآنِ پاک کی اجازت

رہی اور جب یہ معمول ختم ہوگیا توحکومت کی طرف سے مسجد نبوی میں نوافل میں جہری تلاوت ممنوع ہوگئی۔کئی برس تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ایک دن طبیعت کی شدید خرابی کی بنأ پر آپ نمازِ تراویح پڑھانے کیلئے آستانۂ عالیہ نہ جاسکے۔ لوگوں نے آپ کے پیرومرشد سے عرض کی، حضور! کسی اور سے نمازِ تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت کروالیں۔ خواجہ محبوبِ رحمانی علیہ الرحمہ خاموش رہے۔مگر جب دوبارہ عرض کیا گیا،تو آپ کو جلال آگیا اور آپ نے ارشادفرمایا۔'' اگر آسمان سے فرشتے بھی آجائیں اور قرآن مجید سنانا چاہیں توفقیر اب قاری صاحب کے سوا کسی سے قرآن پاک نہیں سنے گا۔'' چنانچہ جب تک آپ علیل رہے، اُس وقت تک آستانۂ عالیہ پر نمازِ تراویح میں متفرق سورتیں پڑھائی گئیں۔

اسی طرح آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ محبوبِ رحمانی علیہ الرحمہ نے ایک مرتبہ ارشادفرمایا۔کہ'' اب قیامت تک کوئی ماں قاری صاحب جیسا بچّہ پیدا نہیں کرے گی۔''

آپ اپنے جدالمرشد بانیٔ حلقۂ رحمانی حضرت صوفی شاہ محمد انعام الرحمٰن قدوسی سہارنپوری رحمۃاللہعلیہ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال ۲۸/جمادی الاوّل کو بڑے عظیم الشان طریقے سے منعقد کرتے تو خواجۂ محبوبِ رحمانی علیہ الرحمہ فرماتے تھے۔کہ ''میری دلی دعائیں قاری صاحب کے ساتھ ہیں۔''

اسی طرح سالارِ رحمانی، محبوبِ رحمانی، حضرت خواجہ صوفی شاہ محمد عارف خان المعروف لالہ بھائی جان رحمۃاللہعلیہ کے سالانہ عرس کے موقعہ پر ارشادفرمایا۔کہ'' واہ رے نصیب بازی لے گئے قاری صاحب۔''

آپ نے ابتدأ میں ملیرسٹی میں واقع اپنی رہائش گاہ پر ''انوارالقرآن'' کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔جہاں شب وروز، درس وتدریس، ذکرو اذکار اور

خدمت خلق کے امور میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد ۱۹۵۹ء میں مدینہ جامع مسجد ممتاز نگر بی ایریا ملیر شریف کراچی میں بحیثیت خطیب وپیش امام مقرر ہوئے۔ اور پھر یہیں ساری زندگی خدمتِ خلق، وعظ ونصیحت اور درس وتدریس میں گزاردی۔ ''الممتاز مکتب رحمانی'' کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ جو آپ کی مسلسل محنت اور لگن کی بدولت بہت جلد ملیر شریف کراچی کے معیاری اور معروف مدارس میں شمار ہونے لگا۔ جس سے ہزاروں طلبہ وطالبات نے اکتسابِ فیض کیا۔ اور الحمد للہ یہ سلسلہ آج بھی اپنی وسعتوں کے ساتھ ''مدارسِ رحمانیہ'' کی صورت میں آپ کے برادرِ گرامی اور خلیفۂ اوّل حضرت قبلہ چچاجان الحاج صوفی ابرار احمد قادری ممتازی رحمانی دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں جاری وساری ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے ''حلقۂ رحمانی'' کی ترویج واشاعت اور بزرگانِ دین کے مشن کے فروغ کیلئے بیعت وخلافت کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اور مدینہ جامع مسجد ممتاز نگر بی ایریا ملیر شریف کراچی میں روزانہ بعد نمازِ مغرب ختم خواجگان، حلقۂ ذکر ونعت خوانی اور خصوصی دعا کے سلسلے کا آغاز فرمایا۔ جس میں مخلوقِ خدا کی خدمت اور مریضوں کے روحانی علاج کیلئے دم اور تعویذات کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ جبکہ ہر جمعرات کو آیتِ کریمہ کا ورد اور خصوصی حلقۂ ذکر ودرس کا اہتمام بھی فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ سلسلے کے بزرگوں کی سالانہ تاریخِ وصال کے موقع پر ''محافلِ عرس'' کا انعقاد بھی فرمایا۔

آپ کی منشا اور ہدایت کے مطابق آپ کی زیرِ تربیت حفاظِ کرام نے آپ کے صاحبزادے حضرت قبلہ حافظ قاری محمود اقبال ممتازی رحمانی علیہ الرحمہ کی معیت میں ماہِ رمضان المبارک کی مبارک راتوں میں روزانہ گھر گھر ''محفلِ شبینہ'' کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح قرب وجوار کے مختلف علاقوں میں گھر گھر ہفتہ واری حلقۂ ذکر ونعت خوانی

کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جس میں بڑوں کے ساتھ ساتھ علاقے کے بچّے اور نوجوان بھی شریک ہوتے۔ اور یہیں سے نوجوانوں کی صلاحیتوں کی نشوونما کیلئے ''المتاز دستۂ رحمانی'' کی بنیاد ڈالی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ''الممتاز اسکاوٗٹس'' نے بھی اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ جن کی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار ہرسال ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو نکلنے والے جلوس جشنِ عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے موقعہ پر ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ آپ نے اپنی ساری زندگی درس وتدریس، تبلیغِ دین، اشاعتِ قرآن خدمتِ خلق، فروغِ حلقۂ رحمانی اور مخلوق کی ہدایت ورہنمائی کرتے ہوئے گزاری۔ آپ کی پوری حیاتِ طیّبہ عجزوانکساری، حلم وبردباری، تواضع وخوش خلقی، حق گوئی و راست بازی، صبرواستقامت، ایثاروقناعت، خدمت ومحبت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حسین ترین نمونہ تھی۔ خصوصًا آپ کی قرأت (خصوصًا سورۂ رحمان کی قرأت) اور دعا کا انداز بے حد دلنشیں، منفرد، پُراثر اور بے مثال تھا۔ سوزوگداز، جذب وکیف اور رقت وگریہ کا یہ عالم ہوتا تھا کہ لوگ اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو نہ رکتے تھے۔

شدید محنت اور مسلسل مصروفیات سے آپ کو طرح طرح کے عارضے لاحق ہو گئے تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ ہمہ تن خدمت خلق میں مصروف رہے۔ تمام تر تکلفات سے بالاتر رہتے ہوئے اپنے مشن کو جاری رکھا۔ آپ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام ارفع جوہر سمودیئے تھے۔ آپ اُن قدسیہ نفوس میں شامل ہیں جو دنیا میں رہتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں، شادیاں کرتے ہیں، اولاد کی تعلیم وتربیت کرتے ہیں، لوگوں سے میل جول رکھتے ہیں۔ لیکن ؎

اِدھر مخلوق میں شامل اُدھر اللہ سے واصل

کے بمصداق ان کے دل ہمہ وقت اللہ رب العزت کی طرف لگے رہتے ہیں۔
اور بلاشبہ یہی وہ طریقہ ہے۔ جو قابلِ تحسین بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی۔

اور بالآخر وہ عظیم ہستی کہ جس کے ذکر نے بے قرار دلوں کو قرار بخشا، جس کی قُربت نے بے چین دلوں کو چین عطا کیا۔ جس کے لمس نے بیماروں کو شفا بخشی۔ جس کی محبت نے دوستوں اور بھائیوں کو نوازا۔ جس کے اخلاق واطوار نے سب کے دلوں کو جیتا۔ جس کی صحبت نے رازِ عرفانِ الٰہی عطا کئے۔ جس کی رہنمائی نے راہِ ہدایت دکھائی۔ جس کی خدمت نے ہر کس و ناکس کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ وہ ہستی مورخہ ۱۱/ جون ۱۹۹۰ء بمطابق ۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ بروز پیر اپنے خالقِ حقیقی سے واصل ہوگئی۔

آپ کے جسدِ مبارک کے غسل اور تجہیز و تکفین کے امور آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ محبوبِ رحمانی صوفی شاہ محمد فاروق رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ عالیہ واقع جہانگیر روڈ ،کراچی پر انجام پائے۔ جبکہ نمازِ جنازہ معروف عالمِ دین حضرت علامہ مفتی غلام قادر کشمیری صابری علیہ الرحمہ کی امامت میں قلندرِ زماں، حضرت قبلہ الحاج سائیں باباولایت علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ عالیہ واقع ملیر سٹی، کراچی پر ادا کی گئی۔ آپ کی حسبِ خواہش آپ کا جسدِ خاکی آپ کے حجرۂ مبارکہ سے متصل محفل خانہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں آپ برسہابرس تعلیم قرآن، ذکرواذکار، خدمتِ خلق اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح سرائی میں مشغول رہے۔ اور یہ آپ ہی کا فیضان ہے کہ آپ کے مزارِ اقدس پر ہمہ وقت تلاوتِ قرآن مجید اور نعت خوانی کا سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔

آپ کے سات بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ جن میں سے چار بھائی اور ایک بہن تقسیمِ ہند سے پہلے دہلی میں وفات پا گئے جبکہ تین بھائی حضرت قبلہ مختار احمد رحمانی

اور حضرت قبلہ ابرار احمد رحمانی اور مقیم احمد اور ایک بہن نعیمۃ النسأ رحمانی (پھوپھی جان) پاکستان ساتھ تشریف لائے ۔جن میں مقیم احمد پاکستان آنے کے چند سال بعد ہی تقریباً چار سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اور بہن نعیمۃ النسأ رحمانی (پھوپھی جان) ۲۲/جنوری ۲۰۱۲ء کو وصال فرما گئیں۔اور آپ کے بقیہ دونوں برادران حضرت قبلہ مختار احمد رحمانی (بڑے چچا جان) اور حضرت قبلہ ابرار احمد رحمانی (چھوٹے چچا جان) بقید حیات ہیں۔آپ نے اپنے دونوں بھائیوں کو دستارِ خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی۔آپ کے صاحبزادے حضرت قبلہ حافظ قاری محمود اقبال رحمانی رحمۃ اللہ علیہ عین عالمِ شباب میں ایک حادثہ کے نتیجے میں آپ کی حیات ہی میں واصل بحق ہوئے۔جن کا مزارِ مبارک حضرت الحاج سائیں بابا ولایت علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ عالیہ کے احاطے میں مرجع خلائق ہے۔اور جن کا سالانہ عرس مبارک ہر سال یکم رجب المرجب شریف کو منعقد ہوتا ہے۔

آپ کے دامن فیض سے وابستہ ہونے والے تلامذہ و مریدین کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں میں ہے۔جبکہ خلفائے مجاز کی تعداد ۳۲ ہے۔

اولیأ اللہ سے کرامات کا ظہور نہ تو ان کی ولایت کے اظہار کیلئے ضروری ہے اور نہ ہی ان کی جانچ کا پیمانہ۔مگر اللہ تعالیٰ ان سے بسا اوقات ایسے خلافِ عقل و خلاف عادات واقعات کا ظہور فرماتا ہے کہ جن کی وجہ سے مخلوقِ خدا انکی جانب کھنچی چلی آتی ہے اور ان کے دلوں میں انکی محبت و عظمت پیدا ہوجاتی ہے۔جن سے ان کے ارفع و اعلیٰ مقام کی نشاندہی ہوتی ہے۔ چنانچہ محبوب العارفین، شیخِ طریقت، سالار الحفاظ والقرأ، ممتاز الاولیأ حضرت قبلہ الحاج الحافظ قاری ممتاز احمد رحمانی چشتی نظامی

صابری قادری قلندری نوراللہ مرقدہ العزیز کی ذاتِ والاصفات بھی بارگاہِ الٰہی کی ان مقرب وبرگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہے جن سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ ان میں سے چند کرامات ایمان کی تازگی کیلئے پیشِ خدمت ہے۔

آپ جس مدینہ مسجد میں خطابت وامامت ، درس وتدریس اور خدمتِ خلق کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے عقب میں ریلوے لائن ہے جو ملیر چھاؤنی جاتی ہے۔ سیکورٹی پرنٹنگ پریس، ایئرپورٹ اور قومی شاہراہ واقع ہے۔ ۱۹۷۱ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران رات کے وقت اسلحے سے بھری ایک ٹرین اس ریلوے لائن سے ملیر چھاؤنی جارہی تھی کہ اچانک ہندوستان کے جنگی جہاز بمباری کی غرض سے نمودار ہوئے۔ ٹرین کا ڈرائیور بہت پریشان ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری صورتِ حال بیان کرتے ہوئے عرض کی ،کہ اگر ان جنگی جہازوں نے اسلحہ سے بھری اس ٹرین پر بمباری کی۔ تو اس میں اتنی وافر مقدار میں اسلحہ موجود ہے کہ پورا ملیر تباہ وبرباد ہوجائے گا اور آبادی کا نام ونشان تک نہیں رہے گا۔ لہٰذا آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ چنانچہ آپ نے اُسی وقت مسجد میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ جنگی جہازوں کے تمام بم ٹرین پر گرنے کے بجائے قرب وجوار کے بے آباد اور ویران علاقوں میں گرے اور کوئی جانی ومالی نقصان نہیں ہوا۔

حضرت خواجہ محبوبِ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ محترم صوفی اختر الحق رحمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری ایک عزیزہ بیمار تھیں اور ان کا کئی بار آپریشن ہوچکا تھا لیکن تکلیف دور نہ ہوتی تھی۔ ڈاکٹر نے ایک اور آپریشن کا مشورہ دیا۔ جس میں جان کو خطرہ لاحق تھا۔ وہ عزیزہ حضرت قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور ساری صورتِ حال بتا کر رونے لگیں۔ تو آپ نے اپنا دستِ شفقت

رکھتے ہوئے فرمایا ’’بیٹی ! نہ رو، اللہ کرم کرے گا۔‘‘ اس کے چند روز بعد ڈاکٹر نے معائنہ کرکے کہا کہ دوا سے افاقہ ہوگیا ہے اور اب آپریشن کی ضرورت نہیں ہے۔

ملیر کھوکھراپار کے رہائشی عبدالغنی صاحب فرماتے ہیں۔ میری پانچ بیٹیاں تھیں۔ جب چھٹی مرتبہ میری اہلیہ کے ہاں ولادت کا وقت آیا تو میں قاری صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، حضور ! میری پانچ بیٹیاں ہیں اور اب تک اولادِ نرینہ سے محروم ہوں۔ دعا فرمائیں، کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ ’’اللہ کی رحمت پر بھروسہ رکھو، انشاءاللہ اس بار تمہارے ہاں بیٹا ہی ہوگا۔‘‘ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کا اندازِ بیاں انتہائی سادہ، آسان اور پُراثر تھا۔ اور آپ کے ارشاداتِ عالیہ تصوف وطریقت کا نچوڑ اور اسرارومعرفت کا خزینہ ہیں۔

جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

- دوستانِ خدا سے دوستی رکھنا ذریعۂ نجات ہے۔
- اللہ کیلئے ملنا، اور اللہ کیلئے نہ ملنا بہت بڑا کمال ہے۔
- اللہ والوں کی صحبت سے انسان اللہ سے، اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔
- محبت ودلجوئی ،رہبری ودستگیری درویشوں کا طریقہ اور مسلک ہوتا ہے۔
- جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنی بارگاہ میں رجوع کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل کو ہر طرف سے مغموم کردیتا ہے تاکہ دل سب طرف سے ہٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہوجائے۔
- سلسلے کی نسبت بڑی چیز ہے۔ اور یہ بڑی قوی ہوتی ہے۔ ہم کچھ

نہیں، مگر ہمیں اپنے پاکوں سے نسبت ہے۔ ہم ناپاک ہیں ، لیکن ہماری نسبت پاک ہے، انشاءاللہ پاک نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمارا ظاہر و باطن بھی پاک کردے گا۔

- روحانی طبیبوں کے پاس جانا اور اپنا دکھ درد کہنا، بہت مبارک بات ہے اور یہ لوگ اپنی مبارک نظروں سے دل کا حال جان لیتے ہیں اور اصلاح فرماتے ہیں۔ اور انکے پاس بیٹھنے سے دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔
- جیسا سلوک تم گزشتگان سے کروگے، ویسا ہی سلوک تمہارے مرنے کے بعد آنے والی نسلیں تمہارے ساتھ کریں گی۔
- زیادہ مالدار ہونا اور زیادہ غریب ہونا دونوں فتنے ہیں یعنی آزمائش ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)